

جنگ نے پاس جا کر کہا۔ ”ڈار می بار کہتا تھا کہ گھری کے کسی آدمی کا کام ہے۔ باہر کا کوئی نہیں ہے۔“

جیارام: ”دار اجی نے کچھ نہیں کہا؟“
جنگ: ”کچھ تو نہیں کہا، لکھتے ہوں ہوں کرتے رہے۔ گھر میں ایک سجنگی ہی بیگانے ہے اور تو سب اپنے ہی ہی۔“

جیارام: ”یہ بھی تو بیگانے ہوں تو ہی کیوں؟“
جنگ: ”کچھ تو کہتے نہیں سنا۔ بیمارے مخانے دار نے پہلے ہی کہا کہ سجنگی تو پاٹھل ہے، یہ کیا چوری کرے گی۔ بابو جی تو مجھے کھانا نے ہی دیتے تھے۔“
جیارام: ”تب تو تو بھی نکل گئی۔ اسکیلا میں ہی رہ گیا۔ تو ہی بتا کہ تو نے مجھے اس دن گھر میں دیکھا تھا؟“

جنگ: ”نہیں بھیا، تم تھیرد مکھیتے گئے تھے۔“
جیارام: ”گواہی دے سکتے ہیں؟“

جنگ: ”کیا کہتے ہو کھیا؟ بہو جی تحقیقات بند کر دیں گی۔“

جیارام: ”سرخ؟“
جنگ: ”ہاں بھیا، بار بار کہتی ہیں کہ تحقیقات نہ کر اُگھنے گے تو جانے دو۔ بابو جی ملتے ہیں نہیں۔“

پاپ کے چھ روز تک جیارام نے پیٹ بھر کر گھانا نہیں کھایا۔ کبھی دو چار لمحے کھا لیتا۔ اللہ کبھی کہہ دیتا لکھوں نہیں ہے۔ اس کے چہرے کارنگ فتنہ مخانے تھا۔ راتیں جاگتے گزر جاتیں۔ ہر لمحہ مخانے دار کا خوف لکھا رہنا تھا۔ انگر وہ جانتا کہ معاملہ اتنا طول پکڑنے سختا تو کبھی نہیں کام نہ کرنا۔ اس نے تو سمجھا تھا کہ کسی چوری کے نہ ہوگا۔ میرے طرف کسی کادھیاں بھی نہ جاوے گا۔ مگر اب بھنڈا پھوڑ ہوتا ہو اعلوم پہنچا تھا۔ سمجھتے تھا نہ دار میں ڈھنگ سے چھان میں کہاں تھا، اس سے جیارام کو سخت اندیشہ ہو رہا تھا۔

ساتویں روز شام کے وقت جیارام گھر لوٹا تو بہت متذکر تھا۔ آج تک اسے بخوبی کچھ نہ کچھ امید تھی۔ مال ابھی تک کہیں برآمد نہ ہوا تھا۔ مگر آج اسے مال کے برآمد ہونے کی خوشی کمی تھی۔ اسی درمیں تھا نہ دار کا انسپلاؤ کو لئے آتا ہوگا۔ بخوبی کی کوئی سبیل نہیں

یہ ممکن ہے کہ تھانہ دار رشوت دینے سے معاملہ کو دبادے۔ روپیے بھی ہاتھ میں نہیں تھے۔ مگر کیا بات پھری اسے ہے؟ ابھی ماں برآمد نہیں ہوا، پھر بھی کل شہر میں افواہ نہیں کر جائے ہی نے ماں اڑا یا ہے۔ ماں مل جانے پر گلی گلی بات پھیل جاوے گی۔ پھر وہ کسی کو منزہ نہ دکھا سکے جا منشی جی! پھری اسے لوٹے تو بہت گھرانے ہوئے تھے۔ سر کپڑ کر پلٹنگ پر بیٹھ گئے۔ نرملاء نے کہا پھرے کیوں نہیں اٹا رے؟ آج تو اور دنولتے دیر ہو گئی ہے!

مشی جی: ”زرلا کیا بات ہے؟ میں نے تو کچھ نہیں سنا۔“

منشی جی: ”ماں برآمد ہو گیا۔ اب جیا کا پیمانہ مشکل ہے۔“

نرملاء کو تعجب نہیں ہوا۔ اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہوا کہ اس کو یہ بات معلوم نہیں۔ بولی۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ تھانے میں اطلاع نہیں ہے۔

مشی جی: ”تمہیں جیا پر شبہ تھا؟“

نرملاء: ”شبہ کیوں نہیں تھا؟ میں نے اسے اپنے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا۔“

مشی جی: ”پھر تم نے مجھ سے کیوں نہ کہہ دیا؟“

نرملاء: ”یہ بات میرے کہنے کی نہ تھی۔ آپ کے دل میں نرود خیال گزرتا کہ یہ حسد سے المزم لگا رہی ہے۔ کہئے، یہ خیال گزرتا یا نہیں؟ جھوٹ نہ بولئے گا۔“

مشی جی: ”ممکن ہے، میں انکار نہیں کر سکتا۔ اس حالت میں کہیں بھی نہیں مجھ سے کہدا چاہئے تھا۔ رپورٹ کی نوبت نہ آئی۔ تم نے اپنی نیک نامی کی تو فکر کیا یہ نہ سوچا کہ تیجہ کیا ہو گا؟ میں ابھی تھانے سے چلا آتا ہوں۔ الیارخان آتا ہی ہو جاؤ۔“

نرملاء نے مایوسی سے پھر چھا پھر اب؟“

مشی جی نے آسمان کی طفتا کتے ہوئے کہا۔ ”پھر حصی ایشور کی مرضی۔ ہزار دو ہزار روپے رشوت دینے کے لیے ہوتے تو شاید معاملہ دب جاتا۔ مگر میری حالت تو تم جانتی ہو تو قدری کھوئی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ پاپ تو میں نے کہتے ہیں؟ سزا کون بھوکے گا۔ ایک روز کا سنا، اس کی ود حالت ہوئی۔ دوسرے کی ود حالت ہو رہی ہے۔ نالائق تھا، گناہ کردا تھا، نکما دھا، مگر تھانے اپنا ہی لڑکا! کبھی نہ کبھی جیتی ہی جاناب صد مساب نہ اٹھایا جاسکے گا۔“

نرملاء: ”اگر کچھ دے دلا کر جان بچ سکے تو میں روپے کا بند و بست کروں۔“

مشی جی: ”کر سکتی ہو؟ کتنے روپے دے سکتی ہو؟“

نرملاء: ”کتنا در کار ہو گا؟“

مشی جی: "ایک بزار سے کم میں سے تو شاید بات چیت نہ ہو سکے۔ جس نے ایک مقدمہ
بیں اس سے ایک بزار بیٹے کھنے۔ وہ اس کی کسرائی نکالے گا۔"

نر ملا: "ہو جاوے گا۔ آپ ابھی تھانہ جائیے۔" "مشی جی کو تھانہ بیس بہت دیر لگی۔ تھانی بیس گفتگو کرنے کا سہت دیر بعد موقع ملا۔
الہ بیار خان بہت برا ناخدا نہ تھا، بڑی مشکل سے متھنے جڑھا پائی سرروپے تکن اس ان
کا بوجھ سر پر لاوہی دیا کام ہو گیا۔ مشی جی واپس اگر نر ملا سے بولے تو کبھی، بازی مار لی،
روپے تم نے دیئے مگر سام میری زبان نے ہی کیا۔ بڑی مشکل سے راضی ہو گیا۔ یہ کبھی باد رہے گی۔ جیارام کھانا کھا چکا ہے؟"

نر ملا: "کہاں وہ تو ابھی گھوم کر لو ٹاہی نہیں۔"

مشی جی: "بڑاہ تو بچ رہے ہوں گے!"

نر ملا: "کئی مرتبہ جا جا کر دیکھا آئی۔ کمرے بیس انڈھیرا پڑا ہوا ہے۔"

مشی جی: "اور سارا مم؟"

نر ملا: "وہ تو کھا پی کر سو بیا ہے۔"

مشی جی: "اس سے پوچھا نہیں کہ جیا کہاں گرا ہے؟"

نر ملا: "وہ تو کہتا ہے کہ مجھے کچھ کہر نہیں ٹھیا۔"

مشی جی کو کچھ اندر بڑھا ہوا۔ سارا مم کو جھکا کر پوچھا۔ تم سے جیارام نے کچھ کہا نہیں، تک
تک لوئے گا؟ گیا کیا ہے؟"

سارا مم سر ہجلاستے اور انکھیں ملتے ہوئے گھا۔ مجھے کچھ نہیں کہا:

مشی جی: "کپڑے سب پہن کر گیا ہے؟"

سارا مم: "صرف کردا دردھوتی۔"

مشی جی: "جاتے وقت خوش تھا؟"

سارا مم: "خوش تو نہیں معلوم ہوتے تھے۔ کئی ہار اندر آنے کا ارادہ کیا مگر دروازے
سے بوٹ گئے۔ کئی منٹ تک سائیان کے نیچے کھڑے رہے۔ ملنے لگے تو آنکھیں پونچھ دیے
تھے۔ ادھر کئی دلوں سے اکثر دیا گئے تھیں۔"

مشی جی نے ایسی ٹھنڈی سانس لی۔ گویا زندگی بیس رہا۔ نر ملا سے بولے۔

"تم نے کیا تو اپنی سمجھیں سمجھے ہیں کے لیے مگر کوئی دشمن بھی مچھ پر اس سے زیادہ تخت جوڑ
نہ کر سکتا تھا۔ جیارام پر کہتا تھا کہ بیاہ کرنا ہی میری کی زندگی کی سب سے بڑی خطأ تھی۔"

اور کسی وقت ایسے سخت الفاظ سن کر نہ لاتلا جائی مگر اس وقت وہ خود اپنی مغلطی پر بچتا رہی تھی۔ اگرچہ اس کی ماں ہوتی تو کیا وہ اس بیٹی کا مل کرتی ہے ہرگز نہیں۔ بوالی زوراً داکٹر صاحب کے کیوں نہیں چلے جاتے؟ شاید وہاں بیٹھا ہو۔ کیونکہ روز آتے ہیں۔ انھیں سے پوچھئے۔ شاید کچھ پتہ گک جائے۔ پھونک پھونک کر قدم رکھنے پر بھی کہنک لگ گیا۔

منشی جی نے بیدلی سے کہلائیں جانا ہوں، اور گیا کروں گا۔

منشی جی باہر آئے۔ تو دیکھا کہ داکٹر سنبھال کھڑے ہیں جو نکل کر لوچھا کیا آپ دیرے کھڑے ہیں؟“

داکٹر جی نہیں۔ ابھی آیا ہوں۔ آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟ سارے بارہ بج گئے ہیں۔“

منشی جی؛ آپ ہی کی طرف عبارتھا جیسا اس ابھی تک گھوم کر رہیں آیا۔ آپ کی طرف تو نہیں جیسا تھا؟ داکٹر سنبھالے منشی جی کے درنوں پا تھوڑی بیڑیے اور اتنا کہہ بیٹھنے پر بھان معاشر، اب صبر سے کام... ہر کمی جی گولی کھائے ہوئے آدمی کی طرف نہیں پر گر رہے!

(۲۱)

رکنی نے تصور بیان مدل کر کہا۔ کیا افراد کا نسبت پر ہی مدرسہ جائے جائے؟
نر ملا نے بھی کے بال گوندھتے ہوئے کہا۔ میں کیا کروں؟ بسے پاس روپے نہیں ہیں۔“
رکنی نے بخوبی کے لیے روپے ہیں؟ لڑکے کے جو نے کے لیے روپے ہیں میں اُنگ لگ جاتی
ہے۔ دو نو چلے ہی گئے۔ کیا تیسرے کو بھی رو لا رو لا کر مرادِ ذلتی کا رملہ ہے و
نر ملا نے آہ سرد بھر کر اجس کو ہبیا تھے، جسے گا جس کو مرنما ہے، مر جائے گا جس کس کو
مرنے جلانے نہیں جاتا؟“

آج کل ایک نہ ایک بات پر نر ملا اور رکنی بیٹی روز ہی کھٹ پٹے ہو جاتی تھی جب
سے گھینٹے چوری گئے ہیں۔ نر ملا کافراں باکلنا تہ بیل ہو گیا ہے۔ وہ ایک ایک کوڑی کو دانت
سے کپڑنے لگی ہے۔ سارا اس رو تے رہتے چاہے جان دے دے مگر اس سمعانی کے لیے پڑیے
نہیں ملتے۔ اور یہ رہتا تو کچھ بیمار اس ہی کے ساتھ نہیں ہے، نر ملا خود اپنی ضرورت کو ملائی تھی
ہے۔ دھوئی جب تک پھٹ کر نازارہ ہو جائے۔ نئی دھوئی نہیں اُنی۔ مہینوں سر کا ہبیل نہیں
ہنگا یا جاتا۔ پان کھانے کا اسے شوق نہ تھا، اب کئی کئی روز تک پاندان ممالی چارہ تھا ہے۔
سیاں تک کہیچی کے لیے دو دھنہ نہیں آتا۔ تھی بچی سا مستقبل خوفناک صورت اختبا رکر کے اس
کے خپالات کی فضادر پر منڈلا یا کمزور ہے۔

منشی جی نے اپنے کو بالکل نر ملا کے ہاتھوں میں سونپ رکھا ہے۔ اس کے کسی کام میں دخل نہیں دیتے، زبانے اس سے کبھی کچھ دیجئے رہنے ہیں۔ وہ اب بلا نامہ کمپنی جلتے ہیں۔ اس قدر محنت انہوں نے جوانی میں کبھی نہ کی تھی۔ انکھیں خراب ہوتی ہیں ڈاکٹر ہمہ نے رات بیٹھنے کے ممانعت کر دی ہے۔ ہاضمہ پہلے ہی کمزور رکھا، اب اور کبھی خراب ہو گیا ہے۔ تنفس کی شکایت بھی پیدا ہو چکی ہے۔ مگر یہاں پرے صحیح سے نصف شب تک کام کرتے رہتے ہیں۔ کام کرنے کو جی چاہے بانہ پا ہے۔ طبیعت اچھی ہو یا نہ ہو، کام کرنا ہی پڑتا ہے۔ نر ملا کو ان پر ذرا بھی رحم نہیں آتا ہے۔ وہی مستقبل کی خوفناک فکر اس کی نیکی مزاجی کو فارت کر رہی ہے۔ کسی فقیر کی آواز پر وہ جھلکا لکھتا ہے۔ وہ ایک کوڑی کی بھی خوب نہیں کرنا چاہتی۔

ایک روز نر ملا نے سیارام کو گھنی لانے کے لیے بازار بھیجا۔ ہنگلی کا اسے اختیار نہ ہے۔ اس سے اب کوئی سوادانہ منگلاتی تھی۔ سیارام میں کاٹ کپٹ کی عادت نہ تھی، اون یوں کرنا زبانا نہ کھا۔ عموماً بازار کا سنا کام اسی کو کرنا پڑتا۔ نر ملا ایک ایک چیز کو تولتی، ذرا بھی کم ہوتی تو اسے لوٹا دیتی۔ سیارام کا بہت سا وقت اسی لوٹا پھری میں ٹکر رجاتا تھا۔ بازار والے اسے جلدی کوئی سوادانہ دیتے۔ اچھی وہی نسبت ای۔ سیارام اپنے خیال سے بہت اچھا گھنی کئی دکان دیکھ کر لا ریا تھا۔ مگر نر ملانے اسے سوچنے ہی کہا، کبھی خراب ہے۔ لوٹا آؤ۔

سیارام نے تھنچلا کر کہا۔ "اس سے اچھا گھنی بازار میں نہیں ہے، میں تمام دکانیں دیکھ کر لایا جوں۔"

نر ملا: "تو میں تھوٹ کہتی ہوں؟"

سیارام میں نہیں کہتا مگر اب کھنی واپس نہ لے گا۔ اس نے مجھے کہہ دیا تھا کہ جس طرح دیکھنا چاہو، یہیں دیکھ لو، مال تھارے سامنے ہے۔ بوہنی کے وقت میں سوڑا واپس نہ لوں گا۔ میں نے سوچ کر دیکھ کر دیکھو لیا تھا۔ اب کس منہ سے واپس کرنے جاؤں۔ نر ملانے دانت میں کر کہا۔ گھنی میں صاف چربی ملی ہوئی ہے اور تم کہتے ہو گئی اچھا ہے۔ میں اسے رسول میں نہ لے جاؤں گی۔ تھہارا تھی چاہے لوٹا دو، جی پہلے ہے کھا جاؤ۔

ٹھنچی گی ماں دی وہی چھوڑ کر نر ملا اندر چلی گئی۔ سیارام غم و غصے سے گھبرا لگتا۔ وہ کون سامنے لے کر لوٹانے جاوے۔ بنیا مساں کہہ دیے گا کہ میں نہیں لوٹانا۔ نب وہ کیا کریں گے۔ فربہ کے دس پانچ بنیے اور سڑک پر چلنے والے لوگ وہاں جمع ہو جائیں گے۔

ان جوں کے ساتھ اسے شرمندہ ہونا پڑے ہوا۔ بازار میں یونہی کوئی بینا اسے جلد سودا نہیں دیتا۔ وہ کسی دکان پر لٹھا نہیں ہرگز پاتا۔ چاروں طرف سے اسی بہر پھینکا پڑتے گی۔ اس سے دل تھی میں جفعت عبلہ کر کھا۔ پڑا ہے کھی۔ میں نوٹانے رجاوں گلا۔

بلا ماں کے کچے کا سا غریب، نیکس اور معنوم جاندار دنیا میں نہیں ہوتا۔ اور دکھ بھول جاتے ہیں۔ چچے کو ماں کی بیاد نہیں بھرتی۔ سیارا مم کو اس وقت ماں کی بیاد آئی۔ ماں ہوتیں تو کیا اسچ مجھے یہ سب سننا پڑتا ہے؟ بھیا بھی چلے گئے جیسا کہ جیسا کہیا یہ ساری مصیبت اٹھانے کے لیے کیوں پچھرا ہا۔ سیارا مم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھٹپتی لگ گئی۔ اس کے بھرے ہوئے ٹکٹے سے ایک گھری سانس کے ساتھ ملے ہوئے یہ الفاظ نکلی پڑتے۔ ماں! تم مجھے کیوں بھول گئیں؟ کیوں مجھے نہیں بلا لیتیں۔

رفعتا نر ملا بھر کرے کی طرف آئی۔ اس نے سمجھا تھا۔ کہ سیارا مم چلا گیا ہو گا۔ اسے بیٹھا دیکھا تو غصہ سے بولی۔ ”تم ابھی تک میٹھے ہی ہو، آخر کھانا کب ہے گا؟“

سیارا مم نے آنکھیں پوچھ دالیں، یولا؟ ”مجھے اسکوں جانے کو دیر ہو جائے گی۔“

نر ملا اسکے روز دیر ہی ہو جائے گی۔ تو کون ہرجن ہے؟ یہ بھی تو حرب کا کام ہے۔“ سیارا مم اس روز تو یہی دھند اٹکار ہتا ہے۔ میں کسی بھی وقت پر نہیں سچا چکا۔ مھر پر بھی پڑتے ہے کا وقت نہیں ملتا۔ کوئی سودا بلاد و حوار پار لوٹائے نہیں لیا جاتا۔ اذانت تو مجھ پر پڑتی ہے، شرمندہ تو مجھے ہونا پڑتا ہے، آپ کو سیا؟“

نر ملا: ”ہاں مجھے کیا، میں مہاری دشمن ٹھہری نہ ہا پا ہو تاہم تو اس سے تعلق ہوتا ہے تو ایشور سے منایا ہی کرتی ہوں کہ تم پڑھ لکھ نہ سکو۔ مجھ میں تو ساری برا بیان ہیں، مہارا کوئی قصور نہیں۔ سوتیلی ماں کا نام ہی برا ہوتا ہے۔ اپنی ماں زبرد بھی دیتے تو امرت ہے، میں امرت بھی دوں تو زہر ہو جاوے! اتنم لوگوں کے کارن مٹی میں مل گئی، رو تے رو تے عمر کی بات ہے معلوم ہی نہ ہوا کہ ایشور نے کس لیے جنم دیا تھا۔ اور مہاری سمجھ میں امزہ کر رہی ہوں۔ نہیں ستانے میں مجھے مزدہ آتا ہے۔ ایشور بھی نہیں پوچھتا کہ سب دکھ درد کھا گتا ہو جاتا۔

یہ کہتے کہتے نر ملا کی آنکھیں بھرا ہیں وہ اندر جل گئی۔ سیارا مم سے رو تاد بکھر کر سہم گیا۔ اسے سچ تو ہوا۔ البتہ یہ خوف ہوا کہ ز جانے کون سی سڑاٹ۔ چپکے سے ہاڈی اٹھا لی اور کھی نوٹانے چلا۔ اس طرح جیسے کوئی سماں کسی نئے گاؤں میں ہاتا ہے ماسی سکن کی طرح اس کا دلی رنج اس کے ایک ایک عضو سے ظاہر ہوتا تھا۔ اسے دیکھ کر معمول

عقل والا ان بھی قیاس کر سکتا تھا کہ یہ انا نصحت ہے۔
 سیارام جیوں جیوں اگے بڑھتا تھا، اُنے واپسی جنگل کے خوف سے اس کے دل کی حرکت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ اس نے طے کر لیا کہ اگر بنیے نے بھی نہ لوٹایا، تو وہ کمی کو دیں پچھومر کر چلا آئے تھا۔ جنگل مار کر بنیا اپ ہی بلا و بیگانے بنیے کو دو اتنے کے لیے بھی اس نے الفاظ سوچ لیے۔ وہ کہے تھا۔ کیوں شاہ جی، انکھوں میں دھول جھوکتے ہو؟ دکھلتے ہو بڑھیاں دینے ہو رہے ہیں؟ مگر یہ سب سوچ لینے پر بھی اس کے قدم بہت آہستہ آہستہ اگے پڑتے تھے۔ وہ یہ نہ چاہتا تھا۔ کہ بنیا اسے اتنا ہوار بخیجے وہ یک بارگی اس کے سامنے پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ جپکر سکھ کر دسری گھنی سے بنیے کی دکان پر گیا۔

بنیے نے اسے دیکھتے ہی کہا ہم نے کہہ دیا تھا کہ سودا والیں نہ لبیں گے بولو کہا تھا کہ نہیں؟ سیارام نے بگھٹ کر کہا۔ تم نے تو وہ کمی کہاں دیا جو دکھا یا کھا؟ دکھایا ایک ماں اور دیا دوسرا ماں! لوٹا تو گھنگھے کیسی نہیں؟ کیا کوئی رہر فیض ہے؟“
 شاہ! اس سے چوکھا کمی بازار میں نکل آؤ سے توجہ بیانہ دوں۔ اٹھاؤ ہانڈی اور رچار دکان دیکھ آؤ۔“

سیارام: ”ہمیں اتنی فرصت نہیں ہے، اپنا گھنی لوٹا لو۔“
 سیاہ! بھی نہ لوئے تھا۔“

بنیے کی دکان پر یک چڑا دھاری سادھو بیٹھا ہوا یہ تما شادی کھدر رہا تھا، اٹھ کر سیارام کے پاس آیا اور ہانڈی کا گھنی سوچھ کر بولا۔ بیچھی تو بہت بڑھا معلوم ہوتا ہے۔“
 شاہ نے شہ پا کر کہا۔ بابا جی ہم لوگ تو آپ ہی ان کو گھٹیا سودا نہیں دیتے بہامال کیا جانے بوجھے تھا کہ مکھوں کو دریا جاتا ہے؟“
 سادھو: ”گھنی لے جاؤ بچہ! بہت اچھا ہے۔“

سیارام روپڑا گھنی کو بڑا ثابت کرنے کے لیے اس کے پاس اپ کیا ثبوت تھا۔ بولا۔
 ”وہ تو کہتی ہیں گھنی اچھا نہیں ہے۔ لوٹا آؤ۔ میں تو کہتا کہ تھی اچھا ہے۔“
 سادھو: ”کون کہتا ہے؟“

سیاہ! ان کی ایساں کہتی ہوں گی۔ کرنی سودا ان کے من ہی نہیں بھاتا۔ بیچارے لڑکے کو بار بار دوڑایا کرتی ہیں۔ سوتیلی ماں میں نہ اپنی ماں ہو تو کچھ خیال کرے؟“
 سادھو نے سیارام کو رجم بھری نگاہوں سے دیکھا، گویا اسے نجات دینے کے لیے اس کا دل پے چینا ہو رہا ہے۔ تھہ بھدر دا زخمی میں بولا۔ ممکنہار ہی ماں کا سورگھا فش ہوئے کہتے دن

ہوئے، بچھے؟"

سیارام: "چٹا سال ہے۔"

سادھو اُنہم اس وقت بہت ہوتے ہیں تھوڑے رہے مدد گے۔ جھگڑا ان نہ تاریخی لیا لکھنی انوکھی تھے! اس دو دو منہ سبھے سے کم نے مال کا پیار نہیں لیا بڑا انبیاء سر تے ہو جھگڑا! ہائے چھ سال کا بچہ اور راکشی سوتیل ماں کے پائے پڑا۔ وصفیہ ہے نہ تاریخی دیبا شاہ جی لڑکے پر دیکھو۔ ہن لوٹا لو، نہیں تو اس کی ماں سے گھر میں نہ آنے دے! جھگڑا ان کی دیبا سے نہ تاریخی ہمی بلند تر بہت جاتے گا۔ میرا آشیرو دار نہادے ساتھ درستے گا۔"

شاہ جی نے رد ہے زوال پس کئے۔ آخر دو کے کو جھگھی لینے آنا ہی ٹڑے گا۔ نہ جانے دن میں کتنی بار جھگڑا لگائے اور کس فرجی سے پلانہ۔ اس کی دکان میں جو تکھی سب سے بڑھا تھا وہ اس نے سیارام کو دے دیا۔ سیارام دل جس سوچ لڑکا کہ بابا جی کتنے رسم ہیں۔ انھوں نے نہ سفارشیں کی ہوتی تو شاہ جی کیوں اچھی دیتے۔

سیارام کھی لے کر جلا لو بابا جی کھی اس کے ساتھ ہو لیے۔ راستے میں تجھی تجھی با تیز کر رہے گئے۔ بچہ میری ماں تجھی مجھے تھا۔ مال کا جھوڑ کر پرلوک سدھار کئی تکھی۔ تجھی سے بلا ماں واسے پھوپھو کو دیکھتا ہوں تو میرا دل مجھے گھٹتا ہے۔ سیارام نے پوچھا۔ آپ کے باپ نے تجھی دوسرے سیاراد گر لیا تھا؟

سادھو: "ماں پھر انہیں تو آج سادھو کیوں دو تاہ پہلے میرے باپ پیدا کرتے تھے۔ مجھے بہت چاہتے تھے۔ پھر نہ جائے کیوں سن بدال گیا۔ بیاہ کر لیا۔ سادھو ہوں۔ کڑوی ہات منہ سے رنکانا چاہا ہے، مگر میری ماں جتنی سندھی اتنی ہی کڑے دل کی تکھی۔ مجھے دن چھر کھانے کو نہ دیتی۔ رو تا تو مار لی۔ باپ کی انکھیں بھی پھر ہیں۔ انہیں میری سورت سے گھن ہونے لگی۔ میرا رو ناسن کر تھے شنے لگتے۔ آٹھ میں ایک دل گھر سے بھاگ کھڑا ہوا!"

سیارام کے دل میں کھیا گھر سے نکلن بھاگنے کا رادھو کی بدل ہوا تھا۔ اس وقت تجھی اس کے دل میں یہی خیال پیدا ہوا تھا۔ بڑے جوش سے بولا۔ گھر سے نکلن کر آب کھاں گئے؟ بابا جی نے مہنس کر کھا۔ اسی دن میرے سارے دکھ درد دور ہو گئے۔ جس دن گھر کے مایاموہ سے چھوٹا اور دُرمن سے دور ہوا، اسی دن میرا اوڑھار سا ہو گیا۔ دن بھر ہیں تو ایک پل کے نیچے بیٹھا رہا۔ ساتھ ہوتے تجھے ایک مہاتما مل گئے ان کا نام سوامی پرانند تھا۔ وہ ہال بر تھا رہا۔ انھوں نے بھوپردیا کی اور تجھے اپنے ساتھ رکھ لیا اس کے ساتھ میں تمام دیسوں میں گھونے لگا۔ وہ بڑے بھاری جو گئی تھے، تجھے بھی انھوں نے

جوگ دیا سکھلان تو اب میرے کو اتنا ابھی اس ہو گیا ہے، کہ جب من میں آتا ہے، ماہان کے درشن کر کے ان سے باہمیں سفر لیا کرنا ہوں۔
سیارام نے حیرت آمیز نگاہوں سے دیکھ کر یوچا۔ آپ کی ماہاجی کا تو سرگباش ہو چکا تھا
سادھو، تو کہا ہو اپنے جوگ جیں اتنی شکتی رفتافت ہے کہ جس صرف ہوئے آہن کو پا ہے
بلائے؟

سیارام: ”میں وہ دیا سیکھ لوں تو مجھے بھی ماہاجی کے درشن ہوں گے؟“
سادھو رام: ”ضرور ابھی اس دمشق اسے سب کچھ ہو سکتا ہے؟ ہاں اچھا گرد چاہئے۔
جوگ سے بڑی بڑی سدھیاں مل سکتی ہیں۔ جتنا دھن جا ہو مجھے میں منگا سکتے ہو۔ کیسی ہی
یماری ہواں کی روابتا سکتے ہو۔“

سیارام: ”آپ کا استھان کیا ہے؟“
سادھو: ”پر میرے کو استھان کہیں نہیں ہے۔ دلیں دلیں میں رہتا پھرتا ہوں۔ اچھا بچا
اب تم جاؤ۔ اب میں اشنان دھیاں کرنے جاوں گا۔“

سیارام: ”چاہے میں کہیں اسی طرف پلٹا ہوں۔ آپ کے درشن سے جی نہیں بھرا۔“
سادھو: ”نہیں بچہ، تمہیں مانگو شالہ مبارے کو دیکھ رہا ہے۔“

سیارام: ”پھر آپ کے درشن کب ہوں گے؟“

سادھو: ”کہیں آجاؤں گما۔ بچہ، رہتا را گھر کہاں ہے؟“
سیارام خوش ہو کر یو لا! چلنے کا میرے گھر، بہت نزدیک ہے، آپ کی بڑی کرپا ہوگی۔
سیارام قد بڑھا کر آگئے اسکے چلنے لگا۔ اتنا خوش تھا کو یا سونے کی گلھری لئے جاتا ہو
گھر کے سامنے پہنچ کر بولا: ”آجے بھئے کچھ دیر؟“

سادھو: ”نہیں بچہ۔ میھوں کا نہیں۔ پھر کل پر سوں کسی وقت آجاؤں گما۔ کہاں تھا الگھر ہے؟“

سادھو: ”کل کس وقت آ جیے گا؟“

سادھو: ”ٹھیک نہیں کہہ سکتا، کسی وقت آونگا۔“

سادھو آگئے بڑھا تو تھوڑی ہی دور پر ابھیں دوسرا سادھو ملا۔ اس کا نام تھا ہر اندھے

پرماند نے پوچھا۔ کہاں سیر کی؟ کونی فکار پھنسا؟“

ہر اندھے ادھر تو چاروں طرف گھوم آیا کوئی نشکار نہ ملا۔ ایک ادھر ملا جی تو میری
ہنسی اٹرانے لگا۔

پرماند: ”مجھے تو ایک ملتا ہوا جان پڑتا ہے بھپس جائے تو جانوں۔“

ہر جی ہر اندھہ: تم یو نہیں کہا کرتے ہو۔ جو آتا ہے، دو ادنوں کے سچھپے نکل بھاگتا ہے۔
بہرہ مانند: اب کی نسخاگے ٹھاکر دیکھو لینا۔ اس کی ماں مر گئی ہے، باپ نے دوسرا بیٹا کر لیا
ہے۔ ماں تایا کرتی ہے، گھر سے اوب گیا ہے۔

ہر جی ہر اندھہ: ماں یہ بات ہے تو فرور کھنے گھا۔ لاسا نگاہ دیا ہے نہ۔
بہرہ مانند: بہت اچھی طرح۔ بھی ترکیب سب سے اچھی ہے۔ بھی یہ پتہ لکھا لینا چاہئے
کہ کون کن گھروں میں سوتیل مائیں ہیں، لب ایھیں گھروں میں پھنڈ اُدالنا چاہئے؟

(۲۲)

نر ملا نے گھر کر دو چھا۔ اتنی دری رکھاں لگائی؟
سیارام لے گستاخانہ لجے میں کہا۔ ماستے میں ایک جگہ سوگیا تھا!
نر ملا: یہ تو میں نہیں کہتی گرجانتے ہو، کتنے بچھتے ہیں ۹۰ دس کمی کے بچھتے جلازار
پکھو دو رکھی تو نہیں ہے۔
سیارام: اپکھو دو نہیں، دروازے پر ہی تو ہے۔
نر ملا: سید ہے منہ کیوں نہیں بات کرتے؟ ایسا مجرور ہے ہو گویا براہی پکھو کام
کرنے گئے ہو۔

سیارام: تو آپ فضول بکواس گیوں کرتی ہیں؟ لیا ہوا سودا لوٹانا کیا آسان کام
ہے جبکی سے کھنڈوں جنت کرنی پڑتی وہ تو کہو کہ ایک بابا جی نے کہہ سن کر واپس کملدا یا ورنہ
وہ کبھی نہ دیا پس لیتا۔ راستے میں ایک منٹ بھی کہیں نہیں رکلا، سیدھا پلا آتا ہوں؟
نر ملا: تھی کے لیے گھنے تو تم علیارہ بچے لوٹے ہو، لکڑی کے لیے جاؤ گئے تو شام ہی
کر دو گے۔ تمہارے بال برجی بغیر کھانے ہی پڑے گئے۔ نہیں اتنی دری رکھاں تھی تو پہلے، تی کبھی
نہ کہہ دیا تھا؟ جاتے ہو لکڑی کے لئے؟
سیارام اب ضبط نہ کر سکا۔ جھلا کر دولا۔ لکڑی کسی اور سے منگا یہے۔ مجھے اسکوں
بانٹ کے لیے دری ہو رہا ہے۔

نر ملا: کھانا نہ کھاؤ گے؟

سیارام: نہ کھاؤں گا!

نر ملا: میر کھانا بنائے کو تیار ہوں۔ مگر لکڑی لانے تو جا نہیں سکتی۔

سیارام: سخنلی گو کبھی نہیں سمجھتی؟

نر ملا: سخنلی کالا یا سودا تم نے کبھی دیکھا نہیں رہے؟

سیارام: اب میں تو اس وقت نہ جاؤں گا۔

نر ملا: پھر مجھے دکھونہ دنیا۔

سیارام کئی دنوں سے اسکول نہیں گیا تھا۔ بازار بائیٹ کے سبب اسے کتابیں پڑھنے کا وقت نہ ملتا تھا۔ اسکول جا کر جھپٹ کیاں کھانے، بچ پر کھڑے ہونے یا اوپنی ٹوپی پہننے کے سوا اور کیا ملتا؟ وہ گھر سے کتابیں لے جاتا مگر شہر کے باہر جا کر کسی درخت کے سایہ میں بیٹھا رہتا یا پلٹنوس کی قواعد دیکھتا۔ آج بھی وہ گھر سے چلا ٹمپر میٹنے کو جانے لگا۔ اس برا آنیس اگل جل رہی تھیں۔ ہائے اب اسے روٹبوں کے بھی لائے پڑے گئے۔ دس بجے کیا کھانا نہ بن سکتا تھا؟ مانا کہ باجوہی چلے گئے تھے تو کیا میرے لیے گھر ہی دوچار پیسے بھی نہ تھے؟ اماں ہوتی ہی تو اس طرح بلا کچھ کھائے پئے آنے دیتیں؟ میرا ب کوئی نہیں رہا!

سیارام حادل باپا جی کے درشن کے لیے بے قرار ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ اس وقت وہ کہاں ملیں گے؟ کہاں چل کر دیکھوں؟ ان کی دلکش گفتگو، ان کی حوصلہ افزائی شفی اس کے دل کو کھینچنے لگیں۔ اس نے گھبرا کر کہا۔ میں ان کے ساتھ ہی کیوں نہ چلا گیا؟ گھر پر میرے لیے کیا رکھا ہے؟

وہ آج سیہاں سے چلا تو گھر ز جا کر سیدھا تاہ جی گھی والے کی دہان پر گیا۔ شایہ باجاہی سے دہان ملاقات ہو جاوے۔ مگر وہ دہان نہ تھے۔ ٹری دیہنک کھڑا رہا۔ پھر لوٹا یہ مکان میں آگر بیٹھا ہی تھا کہ نر ملانے کہا۔ آج دیہر کہاں لکائی؟ سو یہے کھانا نہیں بلہ کیا اس وقت کبھی اُپاس ہو گا؛ جا کر بازار سے کوئی ترکاری لاو۔

سیارام نے جھلا کر کہا۔ رن بھر کا بھوکا چلا آتا ہوں، کچھ ناشستہ تک نہیں لا جائیں اور پر سے بازار جانے کا حکم دے دیا۔ میں نہیں جاتا بازار، کسی کا نوکر نہیں ہوں۔ آخر روٹبائیں ہی تو کھلاتی ہو اور کچھ؟ ایسی روٹبائی جہاں محنت کروں گا وہیں مل جائیں گی۔ جب مزدوری ہی کرنا ہے تو اپ کی نیکی کر دیں گا۔ جائیے، میرے لیے کھانا نہ بنا پہنچا۔

نر ملا ساکت رہ گئی۔ لڑکے کو آج یہ کیا ہو گیا، اور دن تو حکے سے جا کر کام کر لانا تھا۔ آج کیوں تیوریاں بدلتی رہیں؟ اب بھی اس کو یہ نہ سوچیا کہ سیارام کو درچار پیسے کچھ کھانے کو دے دے۔ وہ آنی بخیل ہرگئی تھی! لوں۔ گھر کا کام کرنے مزدوروی نہیں کہلاتا۔ اسی طرح میں بھی کہہ دوں کہ میں کھانا نہیں پکاتی، تمہارے باجوہی کہہ دیں کہ میں کچھ ہی نہیں جاتا تو کیا بانے۔ بتاؤ! نہیں بھانا چاہتے، ن جاؤ، میں بھنگی سے منکالوں گی۔ میں کیا جانتی سنھی کہ تمہیں ہانلار جانا بر الگنا ہے نہیں تو بلے سے، پیسے کی جیز رھیلے کی آتی مگر تمہیں دھمکتی۔ لو آج سے کام۔

پکڑنے ہوں۔

سیارام دل میں کچھ نادم ہوا۔ مگر بازار نہ گیا۔ اس کا دھیان بابا جی پر لٹکا ہوا تھا، نبی سار کی لٹکائیف کا خاتمہ اور زندگی کی سامنی امیدیں اسے اب بابا جی کے آشیرداد میں معلوم ہوتی تھیں۔ انھیں کی خدمت میں جا کر اس کی زندگی کا مقصد حاصل ہو گا اگر وہ آثاب کے وقت گھبرا لے۔ سارا بازار چھان مارا مگر بابا جی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ دن بھر کا جو کا پیاسا وہ ناران لڑکا دکھتے ہوئے دل کو ہاتھوں سے دھانے امید دیکم کا مجسم ناہر الگبیروں اور مندروں میں اس چیز کو ڈھونڈھتا پھر تانقہ جس کے بغایے اپنی جان و بال معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار ایک مندر میں سامنے اسے کوئی سادھو ہڑا دکھان دیا۔ اسی نے سمجھا وہی ہیں۔ وہ تھوڑی سے پھول گی۔ دوڑا اور سادھو کے پاس جا کر ہڑا ہو گیا۔ مگر یہ کوئی اور ہی مہا نکلتے۔ میوس ہو کر آگے بڑھ گیا۔

رفتہ رفتہ شرک پر سناٹا جھا گیا۔ مکانوں کے دروازے بند ہونے لگے۔ شرک کی پیشوں پر اور گلبوں میں بورے بچھا بچھا کر ہندہ دستان کی رعایا خواب شیریں کا لطف اٹھانے لگی۔ مگر سیارام گھروالیں نہ گیا۔ اس کھر سے اس کا دل متفرق ہو گیا تھا۔ جہاں کسی کو اس سے محبت نہ تھی۔ جہاں وہ کسی مذاق کی طرف پڑا۔ اہر ائمہ اور پروفائیل کر کر اس کا اور کہیں لٹکانا نہ تھا۔ اس وقت بھی اس کے گھر دالہیا نہ جائے کی کے نکر ہوئی؛ بابو جی کھانا کھا کر لیٹے ہو گئے، اماں تھی بھی آرام کرنے جا رہی ہوئی گی، کسی نے بیرے کمرے کی طرف جھانک کر دیکھا تھی نہ ہو گاہاں، بو اجی گھبرائی ہوئی گی۔ جب تک میں نہ جاؤں گا وہ کھانا نہ کھائیں گی۔

رکھنی کی بیاد آتے ہی سیارام گھر کی طرف چلا۔ وہ اگر اور کچھ نہ کر سکتی تھی تو کم از کم اسے گود میں لٹپاگر رہتی تو تھی، اس کے باہر سے آنے پر ہاتھ منہ دھونے کے لیے پانی تو کھو دتی تھی! ادنیا میں سبھی بڑے دددھ کی کھیاں نہیں کرتے، سبھی سونے کے لقٹے نہیں کھلتے کھتوں کو پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں ملتا۔ مگر کھر سے متفرد ہی ہوتے ہیں جو سرداری سے محروم ہیں! سیارام گھر کی طرف چلا ہی تھا کہ دفتاً باہری بہمانہ ایک گلی سے آتے ہوئے رکھاں دیئے۔ سیارام نے جا کر ان کا باتھ کپڑا لیا۔ پہ مانندے جو نک کر رہا تھا، بچہ! تمہیں کہاں؟ سیارام نے بات بنائی کہ ایک دوست سے ملنے آیا تھا۔ آپ کا استھان یہاں سے کتنی دور ہے؟

پہ مانندہ ہم لوگ آج یہاں سے جا سبے میں بچہ اہر دار کی جاتا رہتے۔

سیارام نے نہ امشی ہو کر کہا۔ سب آج ہی چلے جائیں گے؟“
پرمانند: ”ہاں بچے، اب لوٹ کر آؤں گا تب درشن درون گلا؟“
سیارام نے مایوس ہو کر کہا۔ ”لوٹ کری؟“
پرمانند: ”جلد ہی آؤں گا بچے؟“

سیارام نے انساری سے کہا۔ ”میں بھی آپ کے ساتھ جلوں گا۔“
پرمانند: ”میرے ساتھ بیٹھا رہے گھر کے لوگ جانے دیں گے؟“
سیارام: ”ھر کے لوگوں کو میری کیا پرواہ ہے؟ اس کے آگے سیارام اور کچونہ کہہ سکا۔
اس کی آنسو بھری آنکھوں نے اس کی داستانِ فم کو اس سے کہیں زبرداہ تفصیل کے
ساتھ بیان کر دیا تھا اس کی زبان سے ادا ہو سکتی تھی۔

پرمانند نے بچے کو گھلے سے لٹکا کر کہا۔ ”جھا بچے، تیری اچھا رخواہش“ ہے تو جیل اسارادھو
ستون کی سنگکا جی آئند ائھا۔ بھروسہ ان کی اچھا ہو گئی تو تیری اچھا بوری سہو جائے گی۔“
رانہ پر مٹلا ڈالا ہوا طاہر بالآخر ان پر گر ٹپا۔ اس کی زندگی کا خاتمہ پھرے بیس ہو چکا
با اسیاد کی چھری تلا، بیہ کوں جان ملتے؟

(۲۴۳)

منشی جی باری بچے کچھی سے لوٹے اور اندر جا کر سینگ پر گر ٹپے۔ ٹھہارپے کا بدن
اس پر آت تمام دن کھانا نہ فسیر بہوا، منہ سوکھ گیا تھا۔ نرملہ سمجھتی، آج بھی دن خال گیا۔
نرملہ نے پوچھا۔ ”آج کچونہ ملدا؟“

منشی تی: ”سارا دن دوڑتے نہ رہا اگر بانٹھ کچونہ ملکا۔“

نرملہ: ”نوجداری والے ملکے میں کیا ہوا؟“

منشی جی: ”بھرے موکل کو کو سزا ہو گئی۔“

نرملہ: ”اور پنڈت والے مقدمہ میں؟“

منشی جی: ”پنڈت پر ڈگری ہو گئی۔“

نرملہ: ”آپ تو کہتے تھے۔ دعویٰ خارج ہو جائے گا۔“

منشی تی: ”کہتا تو سخنا، اور اب بھی کہتا ہوں کہ دعویٰ خارج ہو جانا چاہئے سخنا۔ مگر تھا
سرخراں کوں کمرے؟“

نرملہ: ”اس شہزادے دعوے میں؟“

منشی تی: ”اس بھی ہمار ہو گئی؟“

نر ملا؟ تو آج کسی ابھاگے حامدہ دیکھو کر اٹھے تھے۔“

مشی جی سے اب کام بالکل نہ ہو سکتا تھا ایک تو ان کے پاس مقدمے آئے ہی رہتھے اور جو آتے بھی تھے وہ خراب ہو جاتے تھے۔ مگر انپی ناکامیوں کروہ نر ملا سے چھاٹے رہتھے تھے جس روز کچھ نہ ملتا اس روز کسی سے دوچار روپے ادھار لا کر نر ملا کو دیدتی۔ عموماً سبھی دوستوں سے کچھ نہ کچھ لے جکے تھے۔ آج وہ ڈول بھی نہ لگا۔

نر ملا نے منتظر ان لمحے میں کہا۔ “آدمی کا یہ حال ہے تو ایشور ہی مالک ہے، ایس پر یہی کا یہ عال ہے کہ بازار جانا مشکل ہے۔ میں ہی سب کام کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے، مگر لے کر گیارہ بجے کو لوٹے۔ گتنا کہہ کر ہار گی ہر کڑی لینے اور مگرستاہی نہیں۔“

مشی جی: ”تو کہا نا نہیں پکایا؟“

نر ملا: ”ابھی ہیں باتوں سے مقدمے ہارتے ہیں۔ اینہوں کے بغیر کسی نے کھانا ناپاہا ہے کہ میں ہی بنا لیتی؟“

مشی جی: ”تو بلا کچھ ہی کھائے چلا گیا؟“

نر ملا: ”گھر میں اور کیا رکھا تھا جو کھلادیتی؟“

مشی جی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ”کچھ پیسے نہ دیئے؟“

نر ملا نے بھجن میں سکونٹ کر کہا۔ ”گھر میں پیسے بھلتے ہیں نہ؟“

مشی جی نے کچھ جواب نہ دیا۔ ذرا دریر تو انتظار کرتے رہے کہ شاید ناشتے کے لیے جاؤ۔ لیکن جب نر ملا نے پانچ سو سکا کیا تو بیچارے مایوس ہو کر باہر پلے گئے۔ سیارام کی مشکلیف کا انداز دکر کئے ان کا دل یہ چین ہو گیا۔ ساماران حزر گیا۔ بیچارے نے ابھی پنک کچھ نہیں کھایا۔ کمرے میں پڑا ہو گیا۔ ایک بار سمجھنگی ہی سے لکڑی منگان جاتی تو ایسا کیا لفڑان ہو جاتا ایسی کفایت تھی کہ کس کام کی کہ گھر کے آدمی بخوبی کوہ کوہ ٹوٹوئے گے کہ شاید دوچار آنے پیسے مل جائیں۔ اس کے اندر سے سارے کاغذات نکال

ڈالے۔ ایک ایک غانہ دیکھا، پیچے ہاتھ ڈال کر دیکھا مگر کچھ نہ ملا۔ اگر نر ملا کے صندوق میں پیسے نہ بھپتے تھے تو اس صندوق پیسے میں شاید اس کے چھوٹی بھی نہ رکھتے ہوں۔ لیکن اتفاق ہی کہ ساغذات کو جھاڑنے ہوئے ایک چوٹی کر پڑی۔ مارے خوشی کے مشی جی اچھل پڑے۔

اس سوئے پیشتر پڑی رقمیں کما جکے تھے، مگر یہ جوئی پا کر اس وقت انھیں ٹھنڈی خوشی ہوئی اتنی پیشتر کجھی نہ ہوئی تھی۔ جوئی ہاتھ میں لیے ہوئے ٹھیک سیارام کے کمرے کے سامنے چاکر پکارا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ تب کمرے میں جا گردیکھا۔ سیارام کا کہیں پتہ نہ تھا۔ کیا ابھی اسکوں

سے نہیں نوما۔ ولی میں یہ سوال پیدا ہوتے ہی منتی جی نے اندر جا کر سمجھی سے پوچھا معلوم ہوا کہ اسکوں سے لوت آیا ہے۔

منتی جی نے پوچھا۔ ”کچھ بانی پیا ہے؟“

سمجھنگی نے کچھ جواب نہ دیا۔ ناک سکور کر منہ پھیرے ہوئے چل گئی۔

منتی جی آہستہ آہستہ آکر اپنے کمرے میں بٹھ گئے۔ آج پہلی بار ابھیں نہ لام پر خصماً یا لیکن ایک ہی لمحے میں غصہ کا حملہ اپنے ہی اور پر ہونے لگا۔ اس اندھیرے کمرے میں فرش پر لیٹے ہوئے دہ اپنے لڑکے کی طرف سے اتنا بے پرواہ ہونے پر اپنے کولعنت لامت کرنے لگے۔ دن بھر کے تھلکے تھے، زماہی دیر بعد ابھیں نیند آگئی۔

سمجھنگی نے اُکر لکھا۔ ”بابو جی، رسولی تیار ہے۔“

منتی جی چونک تکڑاٹھ بٹھ گئے۔ کمرے میں لمبی پ جل رہا تھا۔ پوچھا۔ ”کئے بچ گئے بھلی مجھے نیند آگئی تھی؟“

سمجھنگی نے کہا۔ ”کون والی کے گھنٹے میں نزدیک گئے ہیں۔“

منتی جی۔ ”سیا با بو آئے؟“

سمجھنگی نے ہوں گئے تو گھر ہی نہ ہوں گے؟“

منتی جی نے جھپٹھلا کر پوچھا۔ ”میں پوچھتا ہوں، اُئے کہ نہیں اور تو نہ جانے کیا جواب دیتی ہے؟ اُئے کہ نہیں؟“

سمجھنگی۔ ”میں نے تو نہیں دیکھا۔ جھوٹ کہیے گہہ دوں؟“

منتی جی پھر لوت گئے اور لو لے۔ ”ان کو آجائے دے تب علپروں عکا۔“

نصف گھنٹے تک دروازہ کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے منتی جی دیکھتے رہے تب دہ اٹھ کر باہر آئے اور دا منے ہاتھ کو لی دو تین فرلانگ تک چلے۔ جب لوت کر دروانے پر آئے اور پوچھا۔ ”سیا با بو آگئے؟“

اندر سے جواب ملا۔ ”ابھی نہیں۔“

منتی جی پھر بائیں طرف چلے اور گلی کے موڑ تک گئے۔ سیارام کہیں نہ دکھائی دیا۔

دہاں سے پھر گھر لو لے۔ اور دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا۔ ”سیا با بو آگئے؟“

اندر سے جواب ملا۔ ”ابھی نہیں۔“

کون والی کے گھنٹے میں دیکھنے لگئے۔ منتی جی تبری تیزی سے کپٹی باغ کی طرف چلے۔ سوچنے لگئے کہ شاید دہاں کھوئے گیا ہو۔ بھاوس پر لیٹے لیٹے نیند آشمنی ہو باغ میں

پہنچ کر انھوں نے ہر پیٹ کو دیکھا۔ چاروں طرف گھرے، بہت سے آدمی گھاسی پر ٹرے
ہوئے تھے۔ مگر سیارام کا کہیں پتہ نہ تھا۔ انھوں نے سیارام کا نام لے کر زور سے پکارا
مگر کہیں سے آواز نہیں آئی۔

پھر خیال آباد اسکول میں کون ستاشاہیور ہے۔ اسکول ایک میل سے زیادہ
فاصلے پر ہے۔ وہ اسکول کی طرف چلے مگر نصف میل راستے لوٹ پڑے۔ بازار جلد ہو گیا تھا۔
اسکول میں اتنی رانگ تشاہیں ہو سکتا۔ اب کے انھیں امید بیور ہی نہیں کہ سیارام لوٹ
آیا ہو گا۔ دروازے پر آگر انھوں نے پہکلایا۔ سجنگی کروڑ کھول کر بولی؟ ابھی تک تو نہیں آئے؟
مشتی بنے ابستے سے سجنگی کو اپنے پاس بلایا اور درجھر کی کواز میں بولے؟ تو تو گھر کے
سب بائیسیں جاتی ہیں۔ بتا، آج کیا ہوا تھا؟

سجنگی؟ بابر جی تھوڑے زیاد کوں گی۔ مالکن تو کری حظا دنگی اور کیا؟ دوسرا بے کا اس
طریقہ نہیں رکھا جاتا۔ ہمای کون کام ہوا کہ اس بازار کیمی دیا۔ دن بھر بازار دوڑتھیا
تھا۔ آج کھڑی کی لائے نہیں تھے تو جو کہا ہی نہ جلا۔ کہو تو من پھلدار ہیں۔ جب آپ ہی نہیں دیکھتے
تو دوسرا کون دیکھے گا؟ چلتے کھانا کھا لیجئے، بہو تبا کب سے تیکھی ہیں؟
مشی جی؟ کہہ دے اس وقت نہیں کھا ہیں گے۔

مشی جی پھر لپٹ کر رہے ہیں۔ چلتے اور ایک لمبی سانس لی۔ سانحو جی درست بھرے
ہوئے یہ الفاظ ان کے منہ سے عخل پڑے۔ ایشور آبیا ابھی سزا پور ہی نہیں ہوں گے کیا
اس کا مدد کی کلڑی کو بھی ہاتھ سے چھین دو گے؟

درملانے آکر کہا۔ آج سیارام انھیں بک نہیں آئے کہتی رہی کہ کھانا بدلے دینی ہوں
کھا لو۔ مگر جانتے کہ اپنے کر چلے دیئے۔ زجائے گماں گھوم رہے ہیں؟ باٹ تو سنتے ہی
نہیں۔ اب کب تک ان کی راہ دیکھا کر دی؟ چل کر کھا لیجئے، ان کے لیے کھانا اتحا کر
رکھ دوں گی۔

مشی جی نہ ملا کے طرف سے تیز بگاہوں سے دیکھتے ہوئے گما۔ آبھی کے بچے ہوں گے؟
نہ ملا۔ کیا جانے، شاید دس بجے ہوں گے۔

مشی جی؟ جی نہیں بارہ بجے ہی۔

نہ ملا۔ بارہ بجے ہی کھا تو کچھ نہ کھایا تھا۔ ایسا سلانی لڑکا تو میں نے نہیں دیکھا۔
مشی جی؟ ہی نہیں بہت دق کرتا ہے، گیوں؟

نر ملا اور کیھنے نہ کرہ اتنی رات گئی اور گھر کی سدھی ہی نہیں۔“

مشی جی: ”شا بدآ خرمی شراوت ہو؟“
نر ملا: ”کبی بی بائیں منے سے نکالتے تھیں۔ جا بیس گے کہاں؟“ گئی بار دوست کے گھر پر رہے ہوں گے۔“

مشی جی: ”شا بدآ ایسا ہی ہو، اپنی بیوی کے سے ایسا ہی ہو۔“

نر ملا: ”سویرے آؤں تو ذرا انسپیکٹر کر دیجے گا۔“

مشی جی: ”خوب اچھی طرح کروں گا۔“

نر ملا: ”چلنے کھا لیجئے، بہت دبھہ ہوئے۔“

مشی جی: ”سویرے اس کو سنبھال کر کے کھاؤں گا۔ کہیں نہ آیا تو تمہیں ایسا ایماندار نہ کر کہاں لے گا؟“

نر ملا نے اپنی بیوی کو کہا: ”تو کیا ہے نے پھر گادیا۔“

مشی جی: ”نہیں بیوی کون کہتا ہے؟ تم لے کیوں بھگانے لگیں؟ تھا رات تو کام کرتا تھا، شام ات آگئی ہوگی۔“

نر ملا نے اور کچھ نہیں کہا۔ بات بڑھ جانے کا خوف تھا۔ اندر چل گئی۔ سوئے کو بھی نہیں کہا۔ ذرا دبر میں بھگنے لگا۔ سے کو از ر بھی بند کر دیئے۔

کیا متھی تی کو زندگا سستی تھی؟ تین لمحوں کوں بہما صرف ایک بیک رہا تھا۔ وہ بھی اپنے سے نکل گیا۔ تو زندگی بیس تارکی کے سوا اور کیا ہے کوئی نام لیو ابھی زردہ جائے گا۔

ہمیں کیسے کیسے جواہر ہاتھ سے نکل شئے امشی جی کی آنکھوں نے اتر اس دفتہ آنسوؤں کا

پندھا بوا تھا تو اس میں کیا تجوہ ہو سکتا ہے؟ اس بڑی پیشہ والی، اس گھنی نارکی میں امید کا ایک جھلک انھیں سنبھالے ہوئے تھی۔ جس دفتہ یہ جھلک غائب ہو جائے گی تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان پر کیا بنتے گی؟ ان کی اس پریشانی کا انداز کون کر سکتا ہے؟

کوئی ہاتھی تر گی آنکھیں جھپیس۔ مگر ہر بار سیارا مگی آہٹ کے دھوکے میں جونک

پڑے! بڑھ ہوتے ہی مشی جی بھر سیارا مگی کوڈھونڈنے لگئے کھنی سے پوچھتے ہوئے شرم

آئی تھی۔ کس منہ سے یہ چھیں؟ انکھیں کسی سے پندھر دی کی امید نہ تھی۔ خلاہر ان کوہ کر جسی دل بیسا سب کیں کہیں تھے کہ جیسا کیا ویسا بھوگو۔ تمام دن وہ اسکو لوں کے میدا لوز

باڑیوں اور باغیوں کا چکر لگاتے رہے۔ دو دن فلقوں سے رہنے پر بھی ان میں سکت کمال سے آئی، یہ رہی جائیں۔

رات کے بارہ بجے منشی جی لوٹے۔ درد اڑے پر لاثین جل رہی تھی۔ نر ملاں والے پر کھڑی تھی۔ دیکھتے ہی بولی۔ کہا بھی نہیں، نہ جانے کسپا پل دیئے۔ کچھ پتہ چلا؟ منشی جی نے جلتی ہوئی آنکھوں سے تاکتے ہوئے گہاہ بڑھا دیا، سامنے سے، ورنہ برا ہو گا۔ میں آپے میں نہیں ہوں۔ یہ تمہاری ہی کرتوت ہے۔ تمہارے ہی سبب آج میری یہ حالت ہو رہی ہے۔ آج سے جو سال قبل کیا اس لفڑی یہی حالت تھی؟ تم نے میرا بنا ہوا اگر بلکہ دیا۔ تم نے میرے لمبھاتے ہوئے باغ کو اجارہ دیا۔ صرف ایک ٹھوٹھوڑہ گلہا ہے، اس کا نشان بھی ملائکر سی تھیں صبر ہو گا۔ میں انہیں تباہی کے لیے تھیں اپنے گھر نہیں لایا تھا۔ آسائش کی زندگی کو اولاد بھی آسائش والی بنا ناچاہتا تھا۔ یہ اسی کا خمیازہ ہے جو لڑکے پان کی طرح پھیرے جاتے تھے ایکسیں میرے جتنی تھیں تم نے خلام سمجھ دیا اور میں آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اندر ہا بنا بیٹھا۔ جاؤ میرے لیے تھوڑا سا سکھیا بچھ دو۔ میں یہی اکسر رہ گئی ہے، وہ جی پور می ہو جاوے۔

نر ملاے رفتے ہوئے کہا "میں تو ابجا گئی ہی ہوں، کہا جب آپ کہیں گے تب چاؤں گی؟" نہ جانے ایشور نے مجھے جنم کیوں دیا تھا۔ مگر یہ آپنے کیسے سمجھ دیا کہ سیدام اب اُرسی گئے ہی نہیں؟" منشی جی نے انہیں کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ جلوہ مت! جا کر خوشبو شہاب مناؤ۔ تمہاری دلی خواہش پوری ہو گئی!

(۲۳)

نر ملا ساری رات روئی رہی۔ اتنا بڑا لکنگ! اس نے جیا رام کو گھنے لے جاتے ہوئے دیکھنے پر بھی مز کھولنے کی جرات نہ کی تھی۔ کیوں؟ اسی لیے تو پہ کہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ جھوٹا الزام لکھا گر لڑکے سے دشمنی کر رہی ہے۔ آج اس کے خاموش رہنے پر اسے قصور وار قرار دیا جا رہا ہے۔ اگر وہ جیا رام کو اسی وقت روک دیتی اور جیا رام شرم سے کہیں بھاگ جاتا تو اس کے سر پر الزام نہ رکھا جاتا؛

سیا رام ہی کے ساتھ اس نے کوئی ہد سلوک کی تھی؟ وہ کچھ بچت کرنے ہی کے خیال سے تو سیا رام کی معرفت سودا منگوایا کرتی تھی۔ کیا وہ بچت کرنے کے اپنے لیے زلو رہنگا انا چاہتی تھی؟ جب آمدی کا یہ حال ہو دیا تھا تو پہیے پہنچا رکھنے کے صواب کے لیے جمع کرنے کا اس کے پاس اور ذریعہ ہی کیا تھا؟ جو انزوں کی زندگی کا ہی کوئی بھروسہ نہیں پھر بڑھوں کا کیا لٹھکا نہ؟ بچی کے بیاہ کے لیے وہ کس کے آگے ہاتھ پھیلاتی؟ بچی کا بار بچھ

اس پر تو نہیں تھا، وہ صرف شوہر کی آسانی کے لئے کچھ مجھ کر لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ شوہر ہی کیوں سارا مامہ تو باپ کے گھر مالک ہوتا۔ بہن کے بیان کا اداس کے سرخہ ٹھتا ہے نرمہ ساری ہاتھ چھوٹ شوہر کی تکالیف رفع کرنے کے خیال سے کر رہی تھی۔ موجودہ حالات میں کہا بیاہ بجز تخلیف دہی کے اور کیا ہو سکتا تھا؟ مگر اس کے لیے بھی اس کے نصیب میں بغاٹی ہی بدمی تھی!

دوپہر تک گئی تھی، مگر آج بھی چولھا نہیں جلا۔ کھانا بھی زندگی کا کام ہے، اس کا کسی کو یہ روشن نہ تھا۔ فرشتی جی باہر نیکان سے پڑے تھے اور نر ملا اندر۔ بھی کبھی ہاڑھاتی تھیں اندر، کوئی اس سے بولنے والا نہ تھا۔ بار بار سیارا مام کے گردے کے درد و اڑے پر جا کر گھر می ہوتی اور ڈبایا۔ پکارتی گھر بیا، کوئی جواب نہ دیتا تھا۔

ٹھام کو منشی جی اگر نر ملا سے لمبے لامبے پاس کچھ روپے ہیں؟
نر ملا نے چوبک کر یو جھاڑ کیا کیونے گا؟

منشی جی؟ میں جو پرچھتا ہوں، اس کا جواب دو۔

نر ملا؟ کیا آپ کو نہیں معلوم ہے؟ دینے والے تو آپ ہی ہیں۔
منشی جی؟ آپہارے یا س کچھ روپے ہیں یا نہیں؟ اگر ہوں تو مجھے دھے درد و رنہ صاف جواب دے دو۔

نر ملا نے اب بھی صاف جواب نہ دیا۔ بولی۔ ہوں گے تو گھر ہی بس نہ ہوں گے۔ میں لے کر ہیں اور تو نہیں کھیج دیئے۔

منشی جی، ہاڑھ پلے گئے۔ وہ جانفتہ تھے کہ نر ملا کے پاس روپے ہیں۔ واقعی تھے بھی نر ملا نے یہ بھی نہیں کہا کہ نہیں میں باہیں نہ دوں گی مگر اس کی حکمتگو نے طاہر ہو گیا کہ وہ دینا نہیں چاہتا۔ تو کچھ رات کو منشی جی نے کہا۔ ہمیں میں ذرا ہاڑھا ہاہدی۔ میرا بستر بھنگی سے بندھوا دینا اور ٹریکھ میں کچھ کپڑے رکھوا کر بند کر دینا۔

وہ کہنی کھانا پکار ہی تھی۔ بولی۔ ہبہ تو گرے میں ہے۔ کہہ کیوں نہیں دیتے؟ کہاں جانہ کا ارادہ ہے؟

منشی جی؟ میں تم سے کہتا ہوں۔ ہبہ سے کہنا ہوتا تو تم سے کیوں کہتا؟ آج تم کیوں کھانا پکڑے ہی ہو؟

وہ کہنی؟ کرنا پکارے؟ بہو کے سر میں درد ہو رہا ہے۔ آخر اس وقت کھاں جا رہے ہو۔ سو بھرے پٹھے جانا۔

مشی جی؟ اسی طرح مانندے تھا لئے تو آج نہیں روز ہو گئے۔ ادھر آدھر گھوم گھامہ کر دیکھیں
شاید، یا۔ ام کا پتہ چل جادے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سادھو کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔
شاید، جس سہ کام کرنے لے گیا ہو۔“
”سمی لڑکوں کے کسب تک۔“

مشی جی، ”کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ہندو بھرگ جائے، مہینہ بھرگ جائے، کونا نہ کانہ ہے؟“
”مکنی؟ آن کون ساریں ہے؟ کسی پنڈت سے پوچھ لیا ہے، جانتا ہے کہ نہیں؟“
مشی جی کھانا کھانے سمجھے۔ نر ملا کو اس وقت آن پر برلنر س آیا۔ اس کا سارا غصہ فرو
ہو گیا۔ خود تو نہ بولی مگر پی کو جگا کر پچھلتی ہوئی بولی۔ ”میکو ٹیرے ہابوئی کہاں جا رہے ہیں۔
پوچھ تو!“

بھی نے وہیا سے کھڑے کھڑے کہا۔ ام نے تلبیں گے۔
مشی جی، ”بڑی دو ربانے ہیں بھی! انہوں نے واسطے چیزیں لادیں گے یہاں کیوں نہیں آئی؟“
بھی سکرا کر چھپ گئی۔ اور ایک لمحہ بعد پھر کوڑ سے سر نگال کر بولی۔ ”امن تلبیں گے؟“
مشی جی نے اسی لمحے میں کہا۔ ”تم کو نہیں لے تلبیں گے۔“
”بھی؟ ام کو کیوں نہیں لے نظر گے؟“

مشی جی، ”تم تو ہمارے پاس آتی نہیں ہو۔“
لڑکی سخکانی ہوئی آکر باپ کی گودی میں بیٹھ گئی۔ ذرا دیر کے لیے مشی جی اس کی ٹفٹانہ
حرکتوں میں اپناد کھجوں گئے۔
کھانا کھا کر مشی جی باہر چلے گئے۔ نر ملا کھڑی ناکتر رہی۔ کہنا جاتا ہے کہ بے فائدہ
جار ہے ہو۔ مگر کہہ نہ سکتی تھی۔ پچھوڑ دیپے نگال کر دینے کا ارادہ کرتی تھی مگر دے نہ سکی۔
آخرہ اذگوار کرنی سے بولی جادیدی تھی! ذرا سمجھا دیجئے، کہاں ہمارے ہیں؟ میری تو
زہان پکڑی جائے گی، مگر بغیر بولے رہا نہیں جاتا۔ بلا سخکانی کہاں کھوئیں گے جب فامہ جراں ہوگی!“
رکمنی نے رفت بھری نگاہوں سے دیکھا اور اپنے گمرے میں ملپی گئی۔

نر ملا بھی کو گودیں یہے سوچ رہی تھی کہ شاید جانے کے قبل بھی کو دیجئے یا مجھ سے ملنے
کے لیے اُدیں مگر اسے مالیوس ہونا پڑا۔ مشی جی نے بسترا نکھایا اور تانگہ پر جا سمجھے۔
اسی وقت نر ملا کا کچھ مسوئے لگا۔ اسے ایسا معلوم ہوا کہ اب ان سے ملاقات نہ ہوگی۔
وہ بے صبری سے دروانے پر آئی کہ مشی جی کو روک لے مگر تانگہ روادہ ہو گیا تھا۔